AL-'MUSLIM https://almuslim.pk/about-the-journal

(Jan-June 2025), 2:1 (20-49)

اسباب النزول پر منتخب کتب کا تعارفی و تحقیقی مطالعہ

An Introductory and R esearch Study of Selected Books on Causes of Descent

Saleemullah Masroor
Lecturer University of Lucky Marwat KPK. Pakistan.

Keywords:
Descent, Causes, Selected Books, Introductory, Research Study.

Saleemullah Masroor, (2025). ***An Introductory and research study of selected books on Causes of descent,*** *Al-'Muslim Research Journal of Social Sciences 2(1)***.**

Abstract: This research delves into various books that explore the reasons behind things going downhill, aiming to unravel their perspectives in simple terms. By examining these selected works, we seek to uncover shared ideas and differences in how they explain the causes of decline, spanning historical events, societal shifts, and individual experiences. Our objective is to identify recurring patterns or common themes across these books, providing a clearer understanding of the complex factors contributing to descent. Through this accessible study, we hope to shed light on why things decline by synthesizing insights from different sources in a reader-friendly manner.

[1.] Corresponding author: saleemullah.masroor@gmail.com

C

Content from this work is copyrighted by *Al-'Muslim Journal of Social Sciences*, which permits restricted commercial use, research uses only, provided the original author and source are credited in the form of a proper scientific referencing.

قرآن مجید انسانیت کی رشد وہدایت کے لیے نازل ہوا ہے۔اس کا ایک حصہ تو وہ ہے جو بطورِ خاص ہدایت و ارشاد کے لیے اتارا گیا۔ یہ حصہ اپنے آپ میں خود واضح اور مبین ہے۔اس کی گہرائی میں اترنے کے لیے زمانہ نزول کے پس منظر سے آگاہی ضروری نہیں ہوتی۔ جبکہ قرآن مجید کا کچھ حصہ ایسا ہے جو عہد نبوت کے مخصوص واقعات کے ساتھ مربوط ہے۔قرآن کریم میں ایسے واقعات کی طرف کہیں اشارہ، کہیں تبصرہ اور کہیں مستقبل کے لیے راہ نمائی موجود ہے۔اس طرح کی آیات کو کماحقہ سمجھنے کے لیے ان کے پس منظر میں کار فرما اسباب و علل اور وقائع و حوادث کا جاننا ضروری ہے۔

اسباب نزول سے مراد وہ واقعات، حوادث اور سوالات ہیں جو کسی آیت یا چند آیات کے نزول کا باعث بنے مثلاً قریش نے رسول اللہ ﷺ سے روح، اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے بارے میں پوچھا تو ان کے جواب میں سورۃ الکہف نازل ہوئی۔ایسا بھی ہوا کہ رسول اللہ ﷺ یا صحابہؓ کے دل میں کوئی خیال آیا اور جلد ہی اس کے مطابق کوئی آیت یا آیات نازل ہو گئیں اور وہ آرزو ان کا سبب نزول بن گئی مثلاً: رسول اللہ ﷺ کا بار بار آسمان کی طرف چہرہ مبارک کو کرنا تاکہ قبلہ تبدیل ہو جائے اور پھر قبلہ تبدیل ہو گیا۔سیدنا عمرؓ نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اگر ہم مقام ابراہیم کو مصلی بناتے تو اچھا ہوتا۔اسی وقت آیت وَاتَّخِذُوْا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى[1] نازل ہوئی۔

اسباب النزول کو علوم القرآن میں ایک مستقل علم کی حیثیت حاصل ہے اور جمہور کے اصولِ تفسیر میں اسباب النزول کی ایک خاص اہمیت ہے۔امام بخاری کے استاذِ گرامی علی بن المدینی نے اس موضوع پر ایک یادگار تصنیف چھوڑی ہے۔ابو الحسن علی الواحدی[2]، علامہ ابن حجر [3] اور امام سیوطی[4] جیسے اصحابِ علم نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور مستقل تصنیفات رقم کی ہیں۔[5]

زیر نظر مقالہ میں یہ جائزہ لیا جا رہا ہے کہ اسباب النزول سے کیا مراد ہے؟ کس طرح کی آیات میں اسباب النزول کا پہچاننا ضروری ہے؟ پیغام وحی میں اسباب النزول سے آگاہی کیوں اہم ہے؟ نیز اسباب النزول کی اقسام، مصادر اور بنیادی قواعد کو زیر بحث لایا جا رہا ہے۔ بعدازاں اسباب النزول کی کتب کا تعارفی مطالعہ پیش کیا جا رہا ہے۔

اسباب النزول کی تعریف

1۔ القرآن، 125:2

2۔ ابو الحسن علي بن احمد بن محمد ابن علی الواحدی نیشاپوری الشافعی (م 468ھ) کی کتاب **اسباب النزول** طبع شدہ ہے۔

3۔ ابن حجر، العسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد (773۔852ھ/1372۔1449ء) کی کتاب "**العجاب في بيان الاسباب**" ہے۔

4۔ عبدالرحمن بن ابي بكر، جلال الدين السيوطي (م 911ھ) کی کتاب **لباب النقول في اسباب النزول** معروف و متداول ہے۔

5۔ زرقانی، ابو عبداللہ محمد بن عبدالباقی الزرقانیؒ (1055۔1122ھ/1645۔1710ء)، **مناهل العرفان**، 89:1۔

جس واقعہ کے حوالے سے کوئی آیت نازل ہوئی ہو اور اس میں اس واقعہ کو زیر بحث لایا گیا ہو، اسے سبب النزول کہتے ہیں۔ علامہ زرقانی اسباب النزول کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سَبَبُ النُّزُولِ هو ما نَزَلَتِ الآيةُ أوِ الآياتُ مُتَحَدِّثَةً عنهُ، أو مُبَيِّنَةً لِحُكمِهِ أيَّامَ وُقوعِهِ۔والمَعنى أنَّهُ حادثةٌ وَقَعَتْ فِي زَمنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أو سُؤالٌ وُجِّهَ إلَيْهِ، فَنَزَلَتِ الآيةُ أوِ الآياتُ مِنَ اللهِ تَعَالَى بِبَيانِ ما يَتَّصِلُ بتِلكَ الحادِثةِ أوْ بِجَوابِ هذا السُّؤالِ۔(6)

"سببِ نزول اس واقعہ یا مضمون کو کہتے ہیں جس کے بارے میں کوئی آیت یا آیات نازل ہوئیں یا جن کا مقصد اس واقعہ کے حکم کو واضح کرنا ہو جب وہ واقعہ پیش آیا ہو۔ مراد یہ ہے کہ وہ کوئی ایسی حادثہ یا واقعہ تھا جو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں پیش آیا یا کوئی سوال تھا جو آپ ﷺ سے پوچھا گیا۔ چنانچہ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ آیت یا آیات نازل ہوئیں جو اس واقعہ سے متعلق ہدایت یا اس سوال کا جواب فراہم کرتی ہیں۔"

اسباب نزول اور شان نزول میں فرق

اکثر مفسرین تو ان دونوں تعبیرات کے درمیان کسی فرق کے قائل نہیں ہوئے ہیں۔ ہر وہ مناسبت جس کے تحت آیت یا آیات نازل ہوئیں کبھی انھیں سبب النزول سے تعبیر کیا گیا اور کبھی شان نزول سے۔ شان نزول، اسباب نزول کے مقابلے میں عام ہے۔ جب بھی کوئی واقعہ پیش آیا ہو یا کسی شخصیت سے متعلق کوئی بات کی گئی ہو تو اسے متعلقہ آیات کا شان نزول کہتے ہیں مثلاً کہتے ہیں فلاں آیت فلاں نبی یا ملائکہ کی مدحت کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن جب کوئی آیت یا آیات کسی حادثہ یا واقعہ کے حوالے سے نازل ہوئی ہوں یا کسی مخصوص جواب کے طور پر نازل ہوئی ہوں تو اس سوال اور اس واقعہ کو ان آیات کا سببِ نزول کہا جاتا ہے۔ شانِ نزول میں مجموعی حالات اور ماحول کو دیکھا جاتا ہے جبکہ سبب النزول میں خاص واقعہ یا سوال کو بنیاد بنایا جاتا ہے۔

تفسیر قرآن میں اسباب النزول کی اہمیت اور فوائد

تفسیر قرآن میں اسبابِ نزول کی معرفت کے بارے میں بھی افراط و تفریط دیکھنے میں آتی ہے۔ بعض لوگوں کے نزدیک اسباب

النزول کی بالکل کوئی اہمیت ہی نہیں جبکہ بعض دوسرے لوگ ہر ہر آیت کا کوئی نہ کوئی سببِ نزول تلاش کرتے ہیں۔(7)

علم اسباب نزول، قرآن فہمی کے حوالے سے خاصی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے فوائد علماء کے درج ذیل اقوال سے ظاہر ہیں۔

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: "سبب نزول کے جان لینے سے آیت کا مطلب سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

6۔ الزرقانی، محمد عبد العظیم (م ۱۳۶۷ھ)، **مناهل العرفان فی علوم القرآن**، (حلب: مطبع عیسیٰ البابی الحلبی، س ن، ط ۳، ج ۱ ص ۱۰۶

7۔ نجات اللہ صدیقی، **شان نزول اور فہم قرآن**، خصوصی اشاعت، مقالہ بعنوان **"قرآنی علوم بیسویں صدی میں"** (علی گڑھ، ششماہی علوم القرآن، جنوری 2004 تا دسمبر 2005ء)، ص 77-89

علامہ شاطبیؒ نے لکھا ہے:

فَإِنَّ الْعِلْمَ بِالسَّبَبِ، يُوْرِثُ اَلْعِلْمَ بِالْمُسَبَّبِ۔

"جو شخص قرآن سمجھنا چاہتا ہے اس کے لئے اسباب نزول کا جاننا ضروری ہے۔"

امام واحدیؒ لکھتے ہیں:

"قرآن میں ایسی آیات ہیں کہ اگر ان سے متعلق واقعہ یا سبب معلوم نہ ہو تو ان کا مطلب سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا۔

شیخ ابو الفتح القشیریؒ کہتے ہیں: "سبب نزول کا بیان قرآن کے معانی سمجھنے کا ایک قابل اعتماد طریقہ ہے۔"

علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں: "بعض محققین علماء نے کہا ہے کہ جو شخص نزول سے واقف نہ ہو، اس کے لئے تفسیر قرآن جائز ہی نہیں۔"

ان اقوال سے واضح ہوتا ہے کہ اگر آیات کا سبب نزول معلوم نہ ہو تو اس کا مطلب پوری طرح سمجھ میں نہیں آ سکتا اور مفسر آیت کے معنی بیان کرنے میں سنگین غلطی کر سکتا ہے۔

اسباب نزول کی معرفت کی ضرورت

جہاں تک بات ہے اسباب النزول کی اہمیت کی تو یہ اصحابِ تفسیر بالماثور کے نزدیک ایک مسلّمہ اصول کی حیثیت رکھتا ہے اور بنیادی طور پر اس کی دو وجوہات سامنے آتی ہیں۔

پہلی وجہ

کلامِ الٰہی اس حوالے سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے بلاشبہ مکان و زمان کی حدود سے بالاتر ہے اور رہتی دنیا تک کے لیے ایک عالمگیر پیغام ہے لیکن اس کی عملی تعبیر بہر حال ایک خاص زمانے میں، ایک خاص گروہ کے اندر براہِ راست صاحبِ پیغام کی زیر نگرانی تشکیل پائی ہے۔ اس لحاظ سے کوئی بھی کلام اس وقت تک فصیح و بلیغ نہیں ہو سکتا جب تک اس میں مخاطب کی نفسیات، اس کی ذہنی سطح، اس کی صورتِ حال کے عملی تقاضے پیش نظر نہ رکھے جائیں۔ اسے ہی علم بلاغت میں مطابقة الكلام لمقتضي الحال (کلام کا صورتِ حال کے مطابق ہونا) کا نام دیا گیا ہے بلکہ بعض دفعہ ایک ہی لفظ ایک صورتِ حال میں ایک معنی دیتا ہے اور وہی لفظ کسی دوسری صورتِ حال میں یکسر مختلف معنی پیش کر رہا ہوتا ہے مثلاً استفہام کے لیے جو الفاظ مستعمل ہیں، ان کے معانی میں تغیر و تنوع مُقْتَضَي الحال یعنی صورتِ حال کے تقاضے اور سیاق و سباق سے طے ہوتا ہے۔ ایک ہی کلمہِ استفہام کہیں استفسار کے لیے ہوتا ہے اور کہیں انکار کے لیے۔ ایک مقام پر استعجاب کا مفہوم دے رہا ہوتا ہے اور دوسرے مقام پر زجر و توبیخ کا۔ اس طرح صیغہ امر کسی موقع پر اباحت کا مفہوم دیتا ہے اور کہیں فرض و وجوب کا۔ ایک ہی کلمہ اور ایک ہی اسلوب میں معانی کا یہ تغیّر مقتضی الحال سے سمجھا جاتا ہے۔ متکلم کا اندازِ کلام اور اشارات، مخاطب کی صورتِ حال اور نفسیات کا فہمِ کلام میں بہت بڑا حصہ ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ساری صورتِ حال خود کلام کے اندر منتقل نہیں ہوتی بلکہ یہ تو نفسِ کلام سے ایک خارجی اور بیرونی چیز ہوتی ہے۔ اسباب النزول در حقیقت مفسرین کی طرف سے مقتضی الحال کو اگلی نسلوں تک منتقل کرنے کی ایک اہم کاوش ہے کیونکہ بعض اجزائے کلام ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے ساتھ اگر قرائن اور مقتضی الحال کو پیش نظر نہ رکھا جائے تو فہم کلام کی صحیح

راہیں معدوم یا محدود ہو سکتی ہیں یا کم از کم اس کے مخصوص اجزاء پوری طرح واضح نہیں ہو پاتے ہیں۔ امام شاطبیؒ رحمہ اللہ اس حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے اسباب النزول کی اہمیت پر لکھتے ہیں:

فهي من المهمات في فهم الكتاب بلا بُدٍّ، ومعنى معرفة السبب هو معنى معرفة مقتضى الحال، وينشأ عن هذا الوجهِ (8)

"یہ (اسباب نزول) کتابِ الٰہی کے فہم میں اہم حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ سببِ نزول کی پہچان کا مطلب مقتضی الحال کو پہچاننا ہے۔ اس وجہ سے اس کی اہمیت کا سوال پیدا ہوتا ہے۔"

دوسری وجہ

اسباب النزول سے عدمِ واقفیت کی بنا پر متنوع شبہات، اشکالات اور احتمالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہی چیزیں اختلاف کا سبب بن جاتی ہیں۔ نافع سے ان کے شاگرد بکر نے پوچھا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا خارجیوں کے بارے کیا موقف تھا؟ نافع نے جواب دیا:

يراهم شرار خلق الله، وقال: إنهم انطلقوا إلى آيات نزلت في الكفار ، فجعلوها على المؤمنين(9)

وہ انہیں بدترین مخلوق سمجھتے تھے۔ وہ آیات جو کفار کے بارے میں نازل ہوئی تھیں خارجی لوگ ان آیات کو مسلمانوں پر چسپاں کر دیا کرتے تھے۔

امام شاطبیؒ نے اس بارے میں کئی شواہد اور واقعات نقل کیے ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ لوگ کس کس طرح اسبابِ نزول سے عدم واقفیت کی بنا پر آیاتِ قرآنیہ کی غلط تعبیرات کرتے رہے اور اپنے مفاہیم کشید کرتے رہے۔ (10)

اہمیت کے لحاظ سے اسباب النزول کی اقسام

اسبابِ النزول کی درج بالا اہمیت اپنی جگہ ایک اٹل حقیقت ہے لیکن بہر حال ان کی اہمیت تمام آیاتِ قرآنیہ کے لیے یکساں نہیں ہے اور اسبابِ نزول کی اہمیت کے بارے افراط اور تفریط کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ اس فرق کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا گیا کہ کچھ آیات کا فہم اسبابِ نزول کے بغیر ممکن ہی نہیں جبکہ بعض دیگر آیات کے لیے اسبابِ نزول کی

8۔ ابو إسحاق إبراهيم بن موسى بن محمد اللخمي الشاطبیؒ(۷۹۰ ھ)، تحقیق:ابو عبیدة مشهور بن حسن آل سلمان، **الموافقات**،(بیروت: دارابن عفان،ط۱،۱٤۱۷ھ—۱۹۹۷ء)،3:241.

9۔ شاطبیؒ،**الموافقات**،3:241

10۔ **ایضاً**،3:244-241

ضرورت ہی نہیں ہے۔اس لحاظ سے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ کس طرح کی آیات کے لیے اسبابِ نزول کا کیا مقام ہے؟ اور اس کی ترتیبی حیثیت کیا ہے؟اس لحاظ سے اسبابِ نزول کی درج ذیل پانچ بنیادی اقسام ہیں۔ (11)

پہلی قسم

وہ اسبابِ نزول جو مقصود بالذات ہیں اور قرآن مجید میں براہِ راست انہی کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے،ان کو پہچانے بغیر ایسی آیات کی تفسیر ممکن ہی نہیں مثلاًواقعہ افک، غزوہ بدر، غزوہ حنین وغیرہ پر قرآن مجید نے تفصیلی تبصرہ کیا ہے جب تک ان واقعات کی تفصیلات اور پس منظر ایک مفسر کے ذہن میں نہ ہو،ایسی آیات کی صحیح تفسیر نہیں ہو سکے گی۔

دوسری قسم

کچھ اسبابِ نزول ایسے ہیں، جن کی طرف قرآن مجید نے قیدِ واقعی یا شرطِ واقعی کے طور پر واضح اشارہ کیا ہے۔ایسی آیات کی بھی

صحیح توجیہ اسبابِ نزول کو پہچانے بغیر ممکن نہیں ہوتی۔اس نوعیت کے شانِ نزول کو اگر مد نظر نہ رکھا جائے تو بعض آیاتِ

قرآنیہ کے ایسے مفاہیم بھی اخذ ہو سکتے ہیں جو احکام و مصالح کے بالکل خلاف ہوں۔سورۃالمائدہ کی آیت مبارکہ ہے:

لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوا وَّآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوا وَّآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوا وَّأَحْسَنُوا وَاللّٰه يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ(12)

"جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان پر ان چیزوں کا کچھ گناہ نہیں جو وہ کھا چکے جبکہ انہوں نے پرہیز کیا اور ایمان لائے اور نیک کام کیے، پھر پرہیز کیا اور ایمان لائے، پھر پرہیز کیا اور نیکوکاری کی اور اللہ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔"

اس آیت مبارکہ کی ظاہری عبارت سے یہ مفہوم مترشح ہوتا ہے کہ ایمان دار، نیک اور تقویٰ شعار لوگوں پر کھانے پینے کی کوئی پابندی نہیں ہے لیکن یہ مفہوم خلافِ شرع ہے۔اس لیے کہ شریعت نے حلال و حرام کی جو حدود و قیود مقرر کر دی ہیں ان سے کسی کو مفر نہیں۔یہاں شانِ نزول کی معرفت سے آیتِ مبارکہ کا صحیح مفہوم متعین ہوتا ہے۔ (13)

11۔ ابن عاشور، محمد طاہر بن عاشور(1879ء—1973ء)**التحریر والتنویر**،(بیروت: دارالتونسیہ،2002ء)،ج۵،ص155
شاہ ولی اللہ دہلوی،**الفوز الکبیر**،،(دہلی: جامع مسجد، اردو بازار، مکتبہ البرہان، س ن)ص48-55۔

12۔ **القرآن الکریم**،5:93

13۔ ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید الطبری،(839ء۔923ء)**تفسیر الطبري**،576:10
امام بخاریؒ،ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ البخاری(194-256ھ/810-870ء)، **صحیح البخاري**، کتاب التفسیر، تفسیر المائدہ، باب: لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا، حدیث: 4620

اس کے سبب نزول سے متعلق سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس روز شراب حرام کی گئی ہیں، اس دن سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں شراب پلا رہا تھا اور شراب صرف انگور، کچی اور پکی ہوئی کھجوروں سے کشید کیا ہوا شیرہ تھا۔ اسی اثناء میں ایک منادی نے آواز لگائی تو سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا کہ جاؤ نکل کر دیکھو۔ میں نے دیکھا تو منادی پکار رہا تھا کہ سن لو! شراب حرام کی جاچکی ہے۔ بس اس کے بعد شراب مدینہ کی گلیوں میں بہہ پڑی۔ مجھے سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم بھی باہر جا کر اسے بہادو۔ سو میں نے بہادی۔ صحابہ نے کہا یا ایک دوسرے سے پوچھا: فلاں، فلاں اور فلاں صحابہ کرام تو شہید ہو چکے جبکہ شراب ان کے پیٹوں میں تھی۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔(14)

مذکورہ سبب نزول سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ آیت مبارکہ میں صحابہ کے ذہن میں پیدا ہونے والے اشکال کو رفع کیا گیا ہے۔ جب تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی، اس حالت میں شراب پی کر جو صحابہ رضی اللہ عنہم جام شہادت نوش کر چکے یا فوت ہو چکے ان پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ ان کا خاتمہ ایمان اور تقویٰ پر ہوا ہے۔ شراب نوشی ان اہل ایمان و تقویٰ کے حق میں اس لیے حرام نہیں تھی کہ اس وقت یہ حرام ہی نہیں کی گئی تھی۔

سببِ نزول کی روشنی میں مفہوم یہ ہوگا کہ اہل ایمان اور صالح لوگوں پر بوقت اباحت کسی مباح چیز کو کھا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ غزوہ اُحد میں کئی صحابہ کرام شراب پی کر شریک جہاد ہوئے اور انہوں نے جام شہادت نوش کیا۔(15)

تیسری قسم

عہد نبوی میں کچھ خاص واقعات پیش آئے جن پر تفصیلی احکام و مسائل قرآن مجید میں بیان کئے گئے۔ ایسے واقعات بھی مفسرین اسباب النزول کے تحت ذکر کرتے ہیں۔ اس طرح کے اسباب النزول اگرچہ آیات کی تفسیر میں بنیادی حیثیت نہیں رکھتے تاہم ان کی معرفت سے تفسیر کے فہم اور تطبیق میں مزید انشراح پیدا ہوتا ہے۔ اس قسم کے بارے میں مفسرین لکھتے ہیں:

وهذا القسم لا يفيد البحث فيه إلا زيادة تفهم في معنى الآية وتمثيلا لحكمها(16)

اس قسم کی تحقیق کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ آیت کے فہم میں اضافہ حاصل ہو جاتا ہے۔

اس کے شرعی حکم کی ایک محکم مثال سامنے آجاتی ہے مثلاً آیت لعان (سورۃ النور: ۶ تا ۱۰) کی تفسیر میں عویمر العجلانی اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ۔(17)

14۔ بخاری، **صحیح البخاري**، کتب المظالم، باب حبّ الخمر في الطريق، حدیث: 2464

15۔ بخاری، **صحیح البخاري**، کتاب التفسیر، باب: لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا، حدیث: 4620

16۔ ابن عاشور، **التحرير والتنوير**، 48:1

چوتھی قسم

مفسرین کچھ ایسے اسباب النزول کا تذکرہ بھی کرتے ہیں جو حقیقتاً اسباب النزول نہیں ہیں بلکہ آیات کے مصداقات اور امثلہ ہیں۔اس طرح کے اسباب النزول کی معرفت یا عدم معرفت کا تفسیر پر کوئی اثر نہیں ہوتا مثلاً قرآن مجید کے کئی مقامات میں نیک بخت لوگوں اور ان کی صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ بعض اسباب النزول میں ان کی تعیین کی گئی ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کے کئی مقامات میں بد بخت لوگوں اور ان کی صفاتِ بد کا تذکرہ ہے۔اسباب النزول میں ان کی تحدید و تعیین کی گئی ہے۔ اس طرح کی آیات مبارکہ میں اعمال صالحہ اور ان کے عاملین کی مدح و توصیف مقصود ہوتی ہے یا پھر اعمال سیئہ اور ان کے مرتکبین
کی تقبیح و تحقیر یا کوئی مخصوص شخص اصلاً مراد ہی نہیں ہوتا۔

پانچویں قسم

پانچویں قسم میں وہ اسباب النزول ہیں جو ضعیف اور موضوع روایات پر مبنی ہوں۔اس قسم کے اسباب النزول کے حوالے سے حضرت شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:

> وأما إفراد محمد بن إسحاق والواقدي والكلبي وما ذكروا تحت كل آية من قصة فأكثره غير صحيح عند المحدثين وفي إسناده نظر، ومن الخطأ البين أن يعد ذلك من شروط التفسير۔والذي يري أن تدبر كتاب الله متوقف عليٰ حفظه فقد فات حظه من كتاب الله۔(18)

> محمد بن اسحاق، وادی اور کلبی کی مبالغہ آمیز روایات اور ہر آیت کے ذیل میں ذکر کردہ واقعات اکثر و بیشتر محدثین کے نزدیک غیر صحیح ہیں اور ان کی اسانید محل نظر ہیں،اس طرح کے اسباب نزول کو شروطِ تفسیر میں شامل کرنا واضح غلطی ہے۔ جو یہ سمجھتا ہے کہ کتابِ الٰہی میں تدبر ان واقعات کو ازبر کرنے پر موقوف ہے، یقیناً وہ کتاب الٰہی میں اپنے نصیب سے محروم رہ جاتا ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ بعض ضعیف و موضوع اسباب نزول نہ صرف یہ کہ تفسیر سے ان کا کوئی تعلق نہیں بلکہ ان میں اُلجھنے والا حقیقی تفسیر سے محروم رہ جاتا ہے۔

اسباب نزول جاننے کا بنیادی قاعدہ

کسی آیت کا سبب نزول جاننے کے لئے صحیح روایات درکار ہوتی ہیں۔ وہی روایت مقبول ہو گی جو حضور نبی کریم ﷺ سے یا صحابہؓ سے متصل صحیح یا حسن سند کے ساتھ منقول ہو کیونکہ صحابہ کرامؓ ہر وقت حضور نبی کریم ﷺ کی صحبت میں رہا کرتے تھے۔امام واحدیؒ کا قول ہے:

17۔ ابن کثیر، ابوالفداء، سماعیل بن عمُر بن کثیر بن ضَوْ بن درع القرشی الحَصْلی البُصروی الدمشقی الشافعی (م774ھ)، **تفسیر ابن کثیر** (بیروت: دار ابن کثیر، ۲00۴ء)3:366-369

18۔ **الفوز الکبیر**: ص50-51

"قرآن کریم کے اسباب نزول کی بابت بجز ان لوگوں کی ہدایت اور سماعی بیان کے جنہوں نے قرآن کو بچشم خود دیکھا اور اسباب النزول میں درک پیدا کیا او راس علم کی تحقیق کی ہے۔ کوئی دوسری بات کہنا ہرگز جائز نہیں۔"(19)

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ کے کتاب کی ہر آیت کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ وہ کس بارے میں نازل ہوئی اور کب نازل ہوئی۔(20)

سیدنا علیؓ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! میں ہر ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ رات میں نازل ہوئی یا دن کو، میدانی علاقہ میں اتری یا پہاڑ پر۔(21)

مصادر اسباب النزول

مصادر اسباب النزول سے مراد وہ بنیادی کتب ہیں جن سے اسباب النزول کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ ذیل میں ایسی کتابوں کا اجمالی تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

کتب تفسیر

اسباب النزول پر سب سے زیادہ کلام تفاسیر میں ہوتا ہے۔ کتب تفاسیر جن میں مفسرین کرام آیات کے اسباب النزول بھی لکھتے ہیں مثلاً: تفسیر ابن کثیر، تفسیر ابن جریر طبری۔ وغیرہ۔ اگر وہاں اختلاف نظر آئے تو درجِ بالا اصولوں کو مد نظر رکھا جائے گا۔

کتب حدیث

کتب حدیث میں "کتاب التفسیر" کے نام سے بھی احادیث کا ایک حصہ شامل ہوتا ہے۔ اس حصے میں اسباب النزول کی روایات بھی نقل کی جاتی ہیں۔ اس کی مثال صحیح بخاریؒ میں موجود باب التفسیر ہے۔

علم اسباب النزول پر کتب کا تعارف

اسلام دین فطرت اور مکمل ضابطہ حیات ہے۔ تعلیمات اسلامی کی مآخذ میں سے قرآن کریم پہلا اور بنیادی ماخذ ہے۔ قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے جن علوم کی ہمیں ضرورت ہے ان کو "علوم القرآن" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ علوم القرآن کی سینکڑوں انواع ہیں جن میں سے "سبب النزول" نہایت اہمیت کی حامل نوع ہے۔ ماہرینِ علوم القرآن نے اس فن پر کتب تحریر کرتے ہوئے "اسباب النزول" کی نوع کو لازمی طور پر اپنی کتب کا حصہ بنایا ہے۔ علوم القرآن کی اس نوع کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس پر علماء کرام نے باقاعدہ الگ سے بھی کتب تحریر فرمائی ہیں۔ علامہ واحدی کے

19۔ الاتقان، ۱:75

20۔ الاتقان، ۱:9

21۔ ایضاً

بعد اس نوع پر باقاعدہ طور پر علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے "لباب النقول فی اسباب النزول" کے نام سے قابل قدر کتاب تالیف فرمائی ہے۔ذیل میں منتخب کتب کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

1۔لباب النقول فی اسباب النزول

یہ کتاب ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر جلال الدین سیوطیؒ کی تصنیف ہے۔آپ رجب ۸۴۹ھ کو مصر میں پیدا ہوئے اور ۱۹ جمادی الاول ۹۱۱ھ میں وفات پائی۔امام جلال الدین سیوطیؒ نے یتیمی میں پرورش پائی۔آپ نے آٹھ سال کی عمر سے قبل ہی قرآن کریم حفظ کر لیا۔ابتداءً امام نوویؒ کی عمدۃ الاحکام اور المنہاج، الفیہ ابن مالکؒ اور المنہاج للبیضاویؒ حفظ کیں۔آپ نے جن عظیم ہستیوں سے کسب علم وفیض کیا ان میں سے سراج الدین البلقینی، حافظ مناوی، تقی الدین الشبلی، محی الدین الکافیجی، الشمنی، الشار مساحی اور سیف الدین الحنفی رحمھم اللہ زیادہ نمایاں ہیں۔کتب تراجم میں ۴۲ کے قریب خواتین کے اسماء کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے جن سے علامہ سیوطی نے علم حاصل کیا۔امام سیوطی کے طلب علم کے شوق کا اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب آپ ۸۶۷ھ کو حج کرنے گئے تو زم زم پیتے وقت آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ :اے اللہ مجھے فقہ میں سراج الدین البلقینی اور حدیث میں ابن حجر جیسا رتبہ عطا فرما۔[22]

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معانی اور بدیع جیسے عظیم علوم میں ایک خاص ملکہ عطا کیا۔آپ کو اس امت کے مجددین میں سے ایک مجدد مانا جاتا ہے۔امام سیوطی نے دین اسلام کی تعلیمات کے ہر گوشہ کے بارے قلم اٹھایا۔آپ کی تالیفات کے متعلق مختلف لوگوں نے مختلف تعداد ذکر کی ہے اور کئی کتب تراجم میں آپ کی کتب کے اسماء کی فہرست ذکر کرنے کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔امام سیوطی کے شاگرد عبدالقادر الشاذلی نے "بهجة العابدين بترجمة حافظ العصر جلال الدين" کے تیسرے باب میں امام سیوطی کی ۵۲۴ کتب کا تذکرہ کیا ہے۔یہ وہ کتب ہیں جن کو امام سیوطی نے اختیار کیا اور اپنی وفات تک ان کو اپنی کتب میں شامل رکھا۔[23] بروکلمان نے ۴۱۵ اور الاستاذ جمیل بک العظم نے ۵۷۶ کتب کا تذکرہ کیا ہے۔[24] عبدالقادر العیدروسؒ نے النور السافر میں کہا کہ امام سیوطی کی کتب کی تعداد 600 ہے اور جو کتب انہوں نے دھو ڈالی تھیں وہ ان کے علاوہ ہیں۔[25] ایاد خالد الطباع نے اپنی کتاب میں امام سیوطی کی کتب کی تعداد 1194 لکھی اور ساتھ انہوں نے تمام کتب کے اسماء کی فہرست بھی ذکر کی ہے اور امام سیوطی کی کتب کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے :1۔مطبوع، ۲۔مخطوط، 3۔مفقود۔[26]

22۔ عبدالقادر بن شیخ بن عبداللہ، الحسینی، الحضرمی، الیمنی الہندی، (1038ھ)، **النور السافر عن اخبار القرن العاشر** (بیروت لبنان: دار صادر، 2001ء، ط۱)، ص 90،91۔

23۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر جلال الدین السیوطی، **معملۃ العلوم الاسلامیہ** (دمشق: دار القلم، 1996ء، ط۱)، ص 309

24۔ سیوطی، **مقدمۃ المحقق، الاتقان**، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 2008ء، ط۱)، ص 45

25۔ **النور السافر**، ص 91

26۔ سیوطی، **معملۃ العلوم الاسلامیۃ**، ص 312 تا 405

الاتقان فی علوم القرآن، الدر المنثور فی التفسیر بالماثو، لباب النقول فی اسباب النزول، تفسیر الجلالین، تدریب الراوی، الاشباہ والنظائر فی الفقہ، الاشباہ والنظائر فی النحو، جمع الجوامع، طبقات المفسرین، اسعاف المبطاء فی رجال الموطاء اور حسن المحاضرۃ جیسی کتب امام جلال الدین سیوطی کی مشہور تصنیفات ہیں۔امام سیوطی اور ان کے معاصرین کے مابین تصنیف وتالیف کے سلسلے میں شدید قسم کے ''تنافس'' کی فضاء بن چکی تھی جو حسد اور اتہام تک جا پہنچی تھی۔اسی وجہ سے آپ پر یہ الزام بھی لگایا گیا کہ آپ معاصرین اور متقدمین کی کتب چوری کر کے ان میں کچھ ردوبدل کر کے ان کو اپنی طرف منسوب کر لیتے ہیں اور ان کی اکثر کتب وہ جو انہوں نے مکتبہ محمودیہ سے لیں ان میں کچھ تغیر و تبدل کر کے اپنی طرف منسوب کر لیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ صرف معاصرانہ چشمک کی وجہ سے تھا۔امام سیوطی جب بھی کسی سے کچھ نقل کرتے ہیں تو ساتھ اس کا حوالہ اور نام ذکر کرتے ہیں جو سرقہ نہیں کہلا سکتا۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے علوم القرآن میں خاص ایک نوع ''اسباب النزول'' پر ایک مناسب حجم کی حامل کتاب تالیف فرمائی ہے جس میں انہوں نے قرآن کریم کی آیات کے سبب نزول کو بیان کرنے میں احادیث و آثار کو بنیاد بنایا ہے۔اس سلسلہ میں انہوں نے علوم اسلامیہ اور بالخصوص علوم القرآن والتفسیر کے بنیادی مآخذ سے استفادہ کیا۔امام موصوف نے کتاب ہذا کے مقدمہ میں کتاب تالیف کرنے کے لئے مآخذ و مصادر کا خود تذکرہ فرمایا ہے۔

لباب النقول میں امام سیوطیؒ کا منہج و اسلوب

لباب النقول میں امام سیوطی نے تالیف و جمع آوری کا منہج اختیار کیا ہے۔اس کتاب میں امام سیوطی کا منہج بیانیہ اور کچھ مقامات پر تجزیاتی ہے۔امام سیوطی نے تحقیقی اسلوب اختیار کیا ہے اور آغاز سے لے کر اختتام تک کتاب کا اسلوب تقریباً ایک جیسا ہی ہے۔امام سیوطی نے سادہ اور عام فہم عربی زبان میں یہ کتاب قلم بند فرمائی ہے۔کتاب مقدمہ کے بعد ۱۰۲ عناوین پر مشتمل ہے۔امام سیوطی نے ۱۰۲ سورتوں کی منتخب آیات کا سبب نزول بیان کیا ہے جبکہ سورتوں الفاتحۃ، سورۃ النمل، سورۃ الملک، سورۃ نوح، سورۃ الانشقاق، سورۃ البروج، سورۃ البلد، سورۃ والشمس، سورۃ البینۃ، سورۃ القارعۃ، سورۃ العصر اور سورۃ الفیل کا امام سیوطی نے لباب النقول میں تذکرہ نہیں کیا۔یوں کتاب کا پہلا عنوان سورۃ البقرۃ ہے اور آخری عنوان سورۃ المعوذتین ہے۔نیز کتاب میں سورتوں کی ترتیب، ترتیب توقیفی کے مطابق اور مصحف سے ہم آہنگ ہے۔ایک باب (یعنی سورت) کے تحت متعدد آیات کا سبب نزول ذکر کرتے وقت آیات کو قرآنی ترتیب کے مطابق ہی لاتے ہیں۔

امام سیوطی سورت کے نام سے باب قائم کرتے ہیں اور اس کے بعد مزید تقسیم ''قوله تعالى'' کے ساتھ کرتے ہیں یعنی ایک آیت کا سبب نزول ذکر کرنے کے بعد جب اگلی آیت کا تذکرہ کرنا ہو تو الفاظ ''قوله تعالى'' درج فرماتے ہیں۔آپ جس آیت کا سبب نزول بیان کرنا مقصود ہو اس پوری آیت کو تحریر کرنے کے بجائے اس آیت کے ابتدائی چند الفاظ ذکر کرنے کے بعد ''الآیۃ'' لکھ دیتے ہیں۔۰ آیات کے سبب نزول کے متعلق احادیث ذکر کرتے وقت اس کے مصدر کا لازمی ذکر کرتے ہیں۔ حدیث میں بسا اوقات مکمل سند بھی ذکر کرتے ہیں اور بسا اوقات صرف کتاب کا

نام ذکر کرتے ہیں،سند پوری ذکر نہیں کرتے مثلاًروی البخاری وغیرہ عن عمر قال: وافقت ربی فی ثلاث،۔۔۔[27]

• کچھ روایات و آثار جن کی سند کے صحیح نہ ہونے کا امام سیوطی کو علم بھی تھا ان کو بھی امام سیوطی نے متعلقہ آیات کے سبب نزول میں ذکر کیا ہے جیسے: ۔۔۔۔۔اخرج الحاکم فی المستدرک والبیھقی فی الدلائل بسند ضعیف ۔۔۔28

بعض اوقات مولف اور کتاب دونوں کا نام ذکر کرتے ہیں جیسے :قال شیخ الاسلام ابن حجر فی فتح الباری ۔۔۔29

بعض اوقات صرف مولف/مفسر کا نام ہی ذکر کرتے ہیں کتاب کا نام ذکر نہیں کرتے۔ جیسے :اخرج ابن جریر عن ابی العالیہ قال : قالت الیھود۔۔۔۔[30]

سبب نزول کے متعلق متعدد اقوال ہوں تو ان کو الگ الگ ذکر کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔[31]

بعض مقامات پر متعدد اقوال میں سے راجح اور اصح قول کی نشاندہی بھی فرماتے ہیں،جیسے:۔۔۔۔قلت: القول الاول اصح اسنادا و انسب بما تقدم اول السورۃ۔[32]

کئی مقامات پر متعدد اقوال کو ذکر کر کے بغیر کوئی تبصرہ کئے گزر جاتے ہیں اور اصح/راجح کی نشاندہی نہیں فرماتے۔33

حدیث ذکر کرنے کے بعد اس کی سند پر کلام بھی فرماتے ہیں جیسے :۔۔۔۔۔۔ ھذاالاسناد واہ جد،فان السدی الصغیر کذاب و کذا الکلبی ، وابو صالح ضعیف ۔جیسے : ۔۔۔۔۔۔ عبد الغنی واہ جدا ۔34

ایک آیت کے سبب نزول میں ذکر کردہ حدیث کی سند اور متصل اگلی آیت کے سبب نزول کی حدیث کی سند اگر ایک ہی ہو تو دوبارہ مکمل سند ذکر کرنے کی بجائے ''من الطریق المذکور'' کے الفاظ استعمال فرماتے ہیں۔ جیسے: اخرج ابن ابی حاتم من الطریق المذکور۔۔۔35

27۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکرجلال الدین،**لباب النقول فی اسباب النزول**،(بیروت:مؤسسۃ الکتب الثقافیہ ،2002ء،ط:اول)،ص25

28۔ نفس مصدر،ص16

29۔ نفس مصدر،ص17

30۔ نفس مصدر،ص17

31۔ نفس مصدر،ص15

32۔ سیوطی،،**لباب النقول فی اسباب النزول**،ص14

33۔ نفس مصدر،ص15

34۔ سیوطی،،**لباب النقول فی اسباب النزول**،ص13

35۔ نفس مصدر،ص22

ایک صحابی کی حدیث اگر حدیث کی متعدد کتب میں ہو تو سب کا تذکرہ فرماتے ہیں جیسے: اخرج مسلم والترمذی والنسائی عن ابن عمر قال: کان النبیﷺ یصلی علی[36] ۔جیسے: اخرج الأئمة الستة وغیرہم عن زید بن ارقم قال: کنا نتکلم علی عہد رسول اللہﷺ فی الصلاۃ ۔۔۔[37]

لباب النقول کی امتیازی خصوصیات

امام سیوطی کی یہ کتاب درمیانے حجم کی اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے۔اس کتاب میں امام سیوطی نے قرآن کریم کی ۱۰۲ سورتوں کی متعدد آیات کے اسباب نزول کو احادیث و آثار کی روشنی میں بیان کیا ہے۔اس کتاب میں امام سیوطی نے بنیادی مآخذ و مصادر (کتب حدیث و تفسیر) سے براہ راست استفادہ کیا ہے۔کتاب کی ترتیب بہت عمدہ ہے اور مولف نے سورتوں اور آیات کو مصحف قرآنی کی ترتیب سے کتاب میں جمع کیا ہے۔امام سیوطی کی دیگر کتب کی طرح یہ کتاب بھی اپنے میدان میں ایک موسوعہ کی حیثیت کی حامل ہے جس میں امام سیوطی نے آیات کے اسباب نزول بارے خاطر خواہ تعداد میں اقوال و آراء کو جمع کر دیا ہے۔اس میں امام سیوطی نے جو احادیث بیان کی ہیں وہ باحوالہ ہیں یعنی اس کو بیان کرنے والے محدث/کتاب کا باقاعدہ تذکرہ کیا گیا ہے۔

اس کتاب میں امام سیوطی نے صحیح وضعیف اور مقبول و مردود روایات کی نشاندہی بھی فرمائی ہے۔اس کتاب کی یہ خصوصیت بھی ہے کہ امام موصوف نے وہی روایات ذکر کیں ہیں جن کا تعلق اسباب نزول سے ہے، غیر متعلقہ روایات جمع نہیں کیں۔

جدت طرازی

کتاب کے مقدمہ میں اسباب نزول سے آگاہی ضروری ہے یا نہیں اس بحث کے بعد امام سیوطی نے امام واحدی کی کتاب کا تذکرہ

کیا ہے کہ یہ کتاب اس فن (اسباب نزول) میں مشہور کتاب ہے مگر میری کتاب کچھ باتوں میں اس کتاب سے ممتاز ہے۔یہ کتاب علامہ واحدی کی کتاب سے مختصر ہے، ہر حدیث کی اس کے بیان کرنے والے کی طرف نسبت کرنا، صحیح و غیر صحیح اور مقبول و مردود کی نشاندہی کرنا، متعارض روایات میں جمع کی صورت، اور صرف اسباب نزول کی احادیث کو ذکر کرنا اور غیر متعلقہ کو ذکر نہ کرنا اس کتاب کے امتیازات ہیں۔[38] امام سیوطی نے یہ بات اس لیے ذکر کی کیونکہ امام واحدی نے کچھ ایسی احادیث و آثار کا تذکرہ بھی کیا ہے جن کا اسباب نزول سے تعلق نہیں ہے ۔

کتاب پر ہونے والا کام

۱۔ امام سیوطی کی کتاب لباب النقول فی اسباب النزول کو موسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت لبنان نے ۲۰۰۲ء میں شائع کیا ہے لیکن اس کی تحقیق معیاری نہیں ہے اور محقق کا نام بھی کتاب پر درج نہ ہے تاہم کتاب کے آخر

36۔ نفس مصدر

37۔ نفس مصدر، ص48

38۔ سیوطی، لباب النقول فی اسباب النزول، ص9-10

میں محقق نے فہرست اطراف الحدیث، فہرست الاعلام، فہرست القبائل، فہرست المدن والأماکن والبلدان اور فہرست الغزوات کے عناوین کے تحت فہارس بڑی محنت سے تیار کی ہیں۔

۲۔ اسباب نزول آیات قرآن کریم" کے نام سے ۵۹۶ صفحات پر مشتمل لباب النقول فی اسباب النزول کا فارسی میں ترجمہ و تحقیق www.aqeedeh.com نامی ویب سائیٹ نے شائع کیا ہے۔نام مترجم عبدالکریم ارشد، نام محقق عبدالرزاق المہدی اور یہ کتاب www.islamhouse.com پر بھی دستیاب ہے۔

۳۔ لباب النقول کو الاستاذ احمد عبدالشافعی کی تحقیق کے ساتھ دالکتب العلمیہ، بیروت لبنان نے شائع کیا ہے۔

۴۔ یونیورسٹی آف ساؤتھ افریقہ میں لباب النقول پر پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا گیا ہے۔ مقالہ نگار محمد حسن محمد الخولی نے پروفیسر یوسف دادو کے زیر اشراف ۵۰۸ صفحات پر مشتمل مقالہ "شرح لباب النقول فی اسباب النزول" کے نام سے تحریر کیا جو مئی ۲۰۱۴ء میں مکمل ہوا۔ عربی زبان میں لکھے گئے اس مقالہ میں مقالہ نگار نے ایک مخطوط نسخے پر کام کیا ہے اور کتاب میں مذکورہ احادیث و آثار کی تخریج اور ان کی صحت و ضعف کے حکم کو واضح کیا ہے، اسباب نزول کیلئے امام سیوطی نے جن آیات کو کتاب میں نقل کیا ہے ان کے اسباب نزول کے متعلق جو باتیں امام سیوطی نے ذکر نہیں کیں ان کا استدراک کیا ہے اور پھر کتاب میں مذکورہ آیات کی مختصر تفسیر ذکر کی ہے اور ساتھ کتاب میں وارد غریب الفاظ کی وضاحت بھی کی ہے یہ مقالہ www.media.tafsir.net پر دستیاب ہے۔

:5 لباب النقول کو دار الکتاب العربی، بیروت لبنان نے 2006ء میں عبدالرزاق المہدی کی تخریج و تعلیق کیساتھ شائع کیا۔

2۔الدر المنثور فی تفسیر بالماثور

تفسیر الدر المنثور، جس کا پورا نام الدر المنثور فی التفسیر بالماثور۔الدر المنثور ایک تفسیر بالماثور ہے جو امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی کی مایہ ناز عربی تفسیر ہے جس میں دس ہزار سے زائد احادیث کو جمع فرمایا ہے۔ علامہ سیوطی اس کے متعلق خود فرماتے ہیں کہ میں نے یہ ایسی تفسیر مرتب کی ہے جس میں تمام احادیث و آثار کو اسانید کے ساتھ نقل کیا اور جن کتب سے نقل کیا تھا ان کا حوالہ بھی دیا لیکن میں نے دیکھا کہ لوگوں کی ہمتیں کوتاہ ہو گئی ہیں، علم کے حصول کا شوق بھی قدرے ماند پڑ گیا ہے اور ان کا ذوق اس تطویل کو پڑے تو میں نے صرف احادیث کے متون پر انحصار کیا اور ساتھ ساتھ ہر روایت اثر کا مخرج بھی ذکر کیا ہے۔ علامہ موصوف نے اس تفسیر میں اس بات کا خصوصی التزام فرمایا ہے کہ اس میں اپنی رائے کو بالکل ذکر نہیں فرمایا۔یعنی انہوں نے اس تفسیر میں جتنی بھی روایتیں نقل فرمائی ہیں ان میں اپنی رائے کے عمل کو خلط ملط نہیں کی۔ واضح رہے کہ مؤلف نے اس تفسیر میں صحیح و غیر صحیح دونوں قسم کی روایات کو جمع کیا

ہے،ان کا ارادہ تھا کہ نظرِ ثانی وقت وہ صحیح کو غیر صحیح روایات سے ممتاز فرمائیں گے لیکن افسوس! کہ زندگی نے وفانہ کی اور یہ کام ادھورا رہ گیا۔[39]

3۔الاتقان فی علوم القرآن

یہ دو جلدوں میں شیخ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی رحمہ اللہ (المتوفی ۹۱۱ھ) کی کتاب ہے،اس کتاب کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے: ''الحمد للہ الذي أنزل علی عبدہ الکتاب...الخ'' یہ کتاب ان کی عظیم یادگار اور مفید کارنامہ ہے۔انھوں نے اس میں اپنے شیخ کافیجی کی تصنیف کو مختصر کیا ہے اور بلقینی رحمہ اللہ کی ''مواقع العلوم'' کو بہ طور استقلال کے ذکر کیا ہے۔پھر ''التحبیر في علم التفسیر'' لکھنے کے بعد امام زرکشی رحمہ اللہ کی کتاب ''برہان'' جو ایک جامع کتاب ہے،ان کے ہاتھ لگ گئی۔انھوں نے اسے از سرنو تصنیف کیا اور اس میں اسی (۸۰) انواع کا اضافہ کیا اس کتاب میں اسباب نزول کے حوالے الگ نوع میں مفصل بحث موجود ہے۔انھوں نے اپنی اس کتاب کو اپنی ''مجمع البحرین'' نامی ''تفسیر کبیر'' کا مقدمہ ٹھہرایا اور فرمایا کہ ان میں سے غالب انواع پر جداگانہ تصنیف پائی جاتی ہیں۔

یہ کتاب ۱۲۷۱ھ میں دارالامارۃ کلکتہ سے طباعت کے سانچے میں ڈھلی اور اس نے اہلِ علم کے ہاتھوں میں آکر خوب شہرت کمائی۔علومِ قرآن کی انواع کو جمع کرنے کے لحاظ سے اس طرح کی کوئی کتاب دکھائی نہیں دیتی۔حق یہ ہے کہ سیوطی رحمہ اللہ اس موضوع کا حق ادا کرتے ہوئے اعجاز القرآن کے فنون کے طالب علم کے لیے ایک مشفق استاد اور علومِ فرقان کے خادم کے لیے ایک رفیق کی حیثیت رکھتے ہیں۔

4۔مناھل العرفان فی علوم القرآن کا تعارف

شیخ عبدالعظیم زُرقانی الازہری متوفی ۱۹۴۸ءنے جامعہ ازہر کے کلیۂ اصولِ دین کے دعوت وارشاد کے متخصصین کے لیے ایک کتاب تالیف کی، جس کا مقصد انھوں نے یہ بتایا کہ علمائے سابقین کے علوم سے جدید استفادہ ہو۔مستشرقین کے شبہات کا جواب دیا جائے اور طلبہ میں تحقیق کا جذبہ ابھارا جائے۔ان کا کہنا ہے کہ ''میری تحریر؛فکر و تعبیر میں جدید ازہری انداز کی ہو گی،تاکہ اس کا سمجھنا جدید نسل کے پڑھنے والوں کے لیے آسان ہو،جن میں ازہری محقق اور عمومی اہلِ دانش شامل ہیں،کیونکہ ہر زمانے کی اپنی زبان و بیان اور منطق و برہان ہوتے ہیں:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ۔[40]

شیخ عبدالعظیم زُرقانی کی مایہ ناز کتاب مناھل العرفان في علوم القرآن کا تعارف پیش کرتے ہیں۔

قرآن کے نام

کتاب کے آغاز میں علامہ زُرقانی نے ''علوم القرآن'' کی ترکیب کا تعارف، قدیم منطقی مباحث اور جدید ادبی اسلوب کے ساتھ پیش کرنے کے بعد قرآن کی تعریف بھی متکلمین،فقہاءاور علمائے عربی لغت کے نزدیک بیان کی ہے اور پھر قرآن کے مختلف نام ذکر کیے ہیں۔صاحب کتاب کا کہنا ہے کہ قرآن کے پانچ ناموں میں قرآن اور فرقان زیادہ معروف، جبکہ

39۔ **تفسیر در منثور**،(لاہور:دارالاشاعت،2012ء)

40۔ **القرآن الکریم**،4:14

ذکر، کتاب، اور تنزیل بھی ہیں۔ان کے سو اصفاتی نام ہیں اور ان کے درمیان اصولِ فارق یہ ہے کہ یہ صفات کے طور پر قرآن میں مستعمل ہیں، جیسے إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ [41] اور وَهَٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ أَنزَلْنَاهُ [42] ان آیات میں کریم اور مبارک بطور صفت مستعمل ہیں۔صاحبِ کتاب نے قرآن کی متعدد تعریفات میں سے اس کو ترجیح دی ہے:

القرآن هو كلام الله المعجز، المنزل على النبيﷺ، المكتوب في المصاحف، المنقول بالتواتر، المتعبد بتلاوته۔

قرآن اللہ کا معجز کلام ہے س جو نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوا، مصاحف میں لکھا ہوا ہے اور تواتر سے منقول ہے، جس کی تلاوت عبادت ہے۔"

علوم القرآن کی تعریف

علوم القرآن کا ایک اہم مسئلہ خود اس علم کی تحدید و تعیین ہے یعنی کون سے مباحث علوم القران میں شامل ہیں اور کون سے شامل نہیں ہیں۔کتاب میں اس کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے کہ وہ علوم جو قرآن کے نزول، اس کی ترتیب، جمع و کتابت، قراءت و تفسیر، اعجاز اور ناسخ و منسوخ سے بحث کریں یا اس پر وارد ہونے والے شبہات کو رفع کریں، ان کا موضوع ان مذکورہ حیثیات سے قرآن کریم ہے جبکہ علوم القرآن کا موضوع بطور مستقل علم؛ ان تمام علوم کا مجموعہ ہے جو اس کی اصطلاح کے جھنڈے تلے جمع ہے۔

تاریخ علوم القرآن

شیخ زرقانی کے نزدیک علوم القرآن کی اصطلاح سب سے پہلے امام شافعی علیہ الرحمہ نے عباسی خلیفہ ہارون رشید کے سامنے استعمال کی۔اس کے بعد علوم القرآن کی تدوین کا صدی بہ صدی جائزہ لیا ہے۔

نزولِ قرآن

نزول قرآن کے ضمن میں شیخ زرقانی کا کہنا ہے کہ قرآن کے تین (حسبِ ذیل) نزول ہیں:

۱۔ نزولِ اول لوحِ محفوظ کی طرف۔ علامہ الزرقانی اس کی دلیل آیت کریمہ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ۔فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ۔[43] کو بناتے ہیں۔ان کے بقول اس نزول کی حکمت یہ ہے کہ لوح محفوظ کا مستقل وجود ثابت ہوتا ہے کہ ہر چیز پہلے سے لکھی ہوئی موجود ہے اور علم خداوندی کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے:

41۔ **القرآن الکریم**، 77:56

42۔ **القرآن الکریم**، 50:21

43۔ القرآن الکریم، ۸۵:21-22

وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ۔ [44] مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَاۚإِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ۔ لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ[45]

۲۔ دوسرا نزول آسمان دنیا میں بیت العزت کی طرف۔ شیخ زرقانی اس کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں:

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ[46] شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ[47]

شیخ زرقانی نے علاوہ ازیں چار احادیث بھی بیان فرمائی ہیں جو سب ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں، اور اس بارے میں تین اور اقوال بھی ذکر کیے ہیں مگر انھیں بمعزلٍ من التحقیق (کہ وہ تحقیق سے دور ہیں) کہہ کر رد کیا ہے۔ تعددِ نزول کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ موید یقین ہے اور شک سے پاک ہے کیونکہ متعدد مقامات پر یہ موجود ہے۔

۳۔ نزول ثالث: روح الامین سیدنا جبریل علیہ السلام کے واسطے رسول اللہ ﷺ کے دل پر اس کا نزول۔ اس کی دلیل شیخ زرقانی نے یہ دی ہے: نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۔عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ [48] ان آیات سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ پر وحی جبریل لے کر آتے تھے، مگر خود انھوں نے اللہ تعالی سے کیسے اخذ کیا ہے؟ اس بارے میں مصنف صاحب نے تین قول ذکر کیے ہیں مگر راجح اس کو قرار دیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالی سے سماعاً اخذ کیا ہے۔ اور اس کی تائید میں طبرانی کی ایک روایت نقل کی ہے۔ مصنف نے واضح کیا کہ حضرت جبریل کا نزولِ قرآن میں اخذ کرنے اور آگے پہنچانے کے سوا کوئی کردار نہیں، اسی طرح نبی کریم ﷺ کا قرآن میں حفظ کرنے، تبلیغ، بیان و تفسیر اور پھر نفاذ و تطبیق کے سوا، اس کے بنانے میں کوئی کام نہ تھا، جیسا کہ قرآن نے خود اس کی مکرر وضاحت کی ہے: وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ [49] وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِم بِآيَةٍ قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۚ قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ مِن رَّبِّي ۚ هَٰذَا بَصَائِرُ مِن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ[50] پھر فرمایا ہے کہ قرآن کا مختلف زمانوں میں نازل ہونے کے باوجود، منظم اور مرتب کتاب ہونا اس کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل ہے۔

44۔ القرآن الکریم، ۵۴:53

45۔ القرآن الکریم، ۵۷:22-23

46۔ القرآن الکریم، ۹۷:1

47۔ القرآن الکریم-۲:185

48۔ القرآن الکریم-26:193-194

49۔ القرآن الکریم-27:6

50۔ القرآن الکریم-۷:203

اس کے بعد مصنف صاحب نے سب سے پہلے اور سب سے آخر میں نازل شدہ آیات، قرآن کے تھوڑا تھوڑا نازل ہونے کے فوائد اور وحی کے تعارف اور اس پر وارد ہونے والے سوالات اور جوابات پر سیر حاصل بحث کی ہے جس میں انھوں نے بیسویں صدی عیسوی کے معروف مفکر علامہ فرید وجدی کی کتاب "السيرة المحمدية تحت ضوء العلم والفلسفة "سے استفادہ کیا ہے۔

اسباب نزول کی بحث

پانچویں بحث میں اسبابِ نزول اور اس کے متعلقہ مسائل پر گفتگو کی ہے اور اسبابِ نزول کی معرفت کے درج ذیل فوائد بیان کیے ہیں:

۱۔ حکمتِ الٰہی کی معرفت حاصل ہوتی ہے جس سے مومن کا ایمان پختہ ہوتا ہے اور منکر کو سوچنے کا موقع مل جاتا ہے۔

۲۔ قرآن کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے اور اشکالات کا ازالہ ہوتا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور علامہ واحدی کے حوالے سے فرمایا ہے کہ سببِ نزول کے بغیر قرآن کی بعض آیات کا درست مطلب نہیں سمجھا سکتا۔ مثال کے طور پر سورۂ بقرہ کی آیت:فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ اور إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ جیسی آیات کا صحیح مطلب شانِ نزول کے بغیر واضح نہیں ہوتا۔

۳۔ جہاں بظاہر حصر کا احتمال ہو وہ دور ہو جاتا ہے، جیسے قُل لَّا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَن يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ [51]

۵۔ اگر سببِ نزول آیت کے لیے بطور مخصِص وارد ہو تو وہ آیت کے حکم سے خارج نہیں ہوتا اور آیت کا حکم خاص ہو جاتا ہے۔

۶۔ جس کے بارے میں آیت نازل ہوئی ہوتی ہے اس کا تعین ہو جاتا ہے۔

۷۔ حفظ کرنے اور سمجھنے میں آسانی کا باعث بنتا ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک قرآن کا خطاب عام ہے جب تک خصوص کا کوئی سبب نہ پایا جائے، مگر بعض اس سے اختلاف کرتے ہیں، اگرچہ نتیجے کے اعتبار سے اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑھتا کیونکہ ان کے نزدیک علت کے شمول سے حکم متعدی ہو جاتا ہے۔ عموم و خصوص کے اس اہم مسئلے میں عموم کے معتبر ہونے پر جمہور کے دلائل کو منطقی صغریٰ و کبریٰ کے انداز میں بیان کیا ہے اور مخالفین کا رد منطقی انداز میں کرنے کے بعد معذرت بھی کی ہے۔

مؤلف صاحب مباحث کے درمیان اہم نکات بھی بیان کرتے ہیں جیسے سیدنا اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے قرآن کے حوالے سے اشکال کا تذکرہ۔ جب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے سامنے کسی نے دوسری

51۔ القرآن الکریم، ۶:145

قراءت میں قرآن پڑھا تو انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر شکایت کی، نبی اکرم ﷺ نے دونوں کی قراءت کو درست قرار دیا تو سیدنا ابی کو شک ہوا، اس پر نبی اکرم ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا جس سے یہ شک دور ہوا۔ اسی طرح یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حفاظتِ قرآن کا خصوصی خیال رکھتے تھے جیسا کہ بعض صحابہ کرام کا دوسرے صحابہ کے پڑھنے پر نکیر سے معلوم ہوتا ہے۔

سبعۃ أحرُف

علومِ قرآن میں ایک معرکہ آرا مسئلہ ''سبعۃ أحرُف'' کا ہے، اس پر شیخ زرقانی نے سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ اور شیخ زرقانی کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ اس سے مراد مندرجہ ذیل اختلافات ہیں:

۱۔ اسما کا اختلاف، تثنیہ، جمع، تذکیر و تانیث
۲۔ تصریفِ افعال ماضی، مضارع، امر
۳۔ وجوہِ اعراب
۴۔ بعض حروف کی کمی اور اضافہ،
۵۔ تقدیم و تاخیر
۶۔ ابدال
۷۔ لہجوں کا اختلاف

مکی اور مدنی کی بحث

مکی اور مدنی آیتوں کی پہچان بھی علوم القرآن کا ایک اہم مسئلہ ہے، اس پر مکی صاحب اور عزالدرینی نے لکھا ہے اور عصر حاضر میں اس پر مستقل اور بہت عمدہ کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ شیخ زرقانی نے بھی مکی اور مدنی سورتیں پہچاننے کے قواعد اور اصول ذکر کیے ہیں۔ چونکہ مصنف صاحب کا اندازِ تحریر مخاطبانہ اور تفصیل سے علمی نکات سمیت سمجھانے کا ہے۔ اور جب انھیں احساس ہوتا ہے کہ بات طویل ہو گئی ہے تو فوراً معذرت کر کے وجہ بیان کرتے ہیں۔

5۔ تفسیر جامع البیان امام ابن جریرؒ طبری

امام ابن جریرؒ کا مکمل نام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید ابن کثیر غالب طبری ہے۔ آپ ۲۲۴ ہجری کو آئل طبرستان میں پیدا ہوئے۔ بارہ سال کی عمر میں علوم و فنون کے حصول کی خاطر مختلف ممالک اور اقالیم کے اکناف و اطراف میں گھوم پھر کر مصر، شام اور عراق وغیرہ میں وقت ک اساطین عم اور کبار شیوخ کی مجالس سے بھرپور استفادہ کیا۔ بعد میں مستقل طور پر بغداد میں رہائش پزیر ہوئے۔ حتیٰ کہ ۳۱۰ ہجری میں دارِ فانی سے عالم جاودانی کو سدھارے۔

علمی مقام

امام ابن جریرؒ کا شمار ائمہ اعلام میں سے ہوتا ہے۔ علم و نقل میں رسوخ اور شہرہ کی بناء پر اُن کی آراء اور اقوال کو قابل اعتماد سمجھا جاتا ہے۔ تھوڑی ہی مدت میں اتنے کثیر علوم جمع کر لئے کہ ہم عصروں میں سے کوئی بھی اُن کا ہم پلہ نہ تھا۔ کتاب

اللہ کے حافظ وماہر، قرآن مجید میں بصیرت رکھنے والے، معانی سے واقف، احکام قرآن میں فقیہ، سنن کے طرق اور صحیح وسقیم اور ناسخ ومنسوخ کے عالم صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین، تابعینؒ، اور اُن کے بعد والے لوگوں کے مختلف اقوال سے واقف، حلال اور حرام کے مسائل سے آگاہی، وقائع وحوادثے بارے میں کامل معلومات رکھنے والے تھے۔

تصنیفات

ا۔جامع البیان، ۲۔کتاب التاریخ المعروف "بتاریخ الامم' یہ کتاب امہات المراجع میں سے ہے۔ ۳۔کتاب القرائت والعدد والتنزیل۔ ۴۔کتاب اختلاف العلماء۔ ۵۔تاریخ الرجال من الصحابۃ والتابعین۔ ۶۔کتاب الاحکام شرائع الاسلام۔ ۷۔کتاب التبصر فی اصول الدین۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی تصانیف ہیں۔ جن سے ان کی علمی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔اس وقت ان کی صرف پہلی دو کتابیں متداول ہیں۔ اما طبریؒ کو تفسیر اور تاریخ کے ابواب میں باپ کی حیثیت حاصل ہے۔

تفسیر جامع البیان(ابن جریر)

تفسیر ابن جریرؒ کا شمار معتبر اور مشہور ترین تفاسیر میں ہوتا ہے۔ جن علماء نے تفسیر ماثور کا اہتمام والتزام کیا ہے، اُن کے لئے یہ کتاب اساسی خشت اول کی حیثیت رکھتی ہے، اور ساتھ ہی عقلی تفسیر کو بھی خاصی اہمیت دی ہے استنباط اقوال کی توجیہ وترجیح اور آزادانہ بحث کا تعلق عقلی ونقلی تفسیر سے ہے۔ تفسیر ابن جریر کی ستائش کے بارے مشرق ومغرب کے علماء کے اقوال کا احاطہ کریں۔ تو بحث وتمحیص کے بعد یہ بات متفقہ طور پر سامنے آتی ہے کہ تفسیر ہذا ایک اہم مرجع ہے جس سے کوئی طالب تفسیر مستغنی نہیں ہو سکتا۔ ابو حامد الاسفرائینی کا کہنا ہے۔ اگر کوئی شخص تفسیر ابن جریرؒ کے حصول کے لئے چین کا سفر اختیار کرے تو یہ بھی کم ہے۔[52]

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ رقم طراز ہیں:

> ہر حال وہ تفاسیر جو لوگوں میں متداول ہیں ان میں سے صحیح ترین تفسیر محمد بن جریر طبریؒ کی ہے۔ اس میں ان کا انداز یہ ہے کہ سلفؒ کے اقوال ثابت شدہ سندوں سے نقل کرتے ہیں، اور اس میں بدعت کا بھی شائبہ تک نہیں "متھم بالکذب" جیسے مقاتل اور کلبی وغیرہ سے کوئی شئ نقل نہیں کرتے۔[53]

ابن سبکیؒ فرماتے ہیں:

> امام ابو جعفرؒ نے اپنے شاگردوں سے کہا کیا تم قرآنی تفسیر کے لئے تیار ہو؟ انھوں نے دریافت کیا اس کا کتنا اندازہ ہوگا۔ کہا تیس ہزار ورقہ۔ انھوں نے کہا اس کی تکمیل سے قبل تو ہماری عمریں ختم ہو سکتی ہیں۔ تو انھوں نے اس کا تین ہزار اوراق میں اختصار کر دیا پھر کہا کیا تم تاریخ کے لئے تیار ہو جس کا آغاز آدمؑ سے اور انتہاء موجودہ دور پر ہو۔ انھوں نے کہا اس کا کتنا اندازہ ہوگا آپ نے اسی

52۔ معجم الادباء، ج18، ص42

53۔ فتاویٰ ابن تیمیہؒ، ج2، ص192

طرح بیان کیا جس طرح تفسیر کے بارے میں اظہار کیا تھا۔ تو انھوں نے بھی آگے سے اسی مثل جواب دیا، تو شیخؒ نے ہمتوں کے ٹوٹ جانے پر اناللہ پڑھا۔ اور تاریخ کو بھی اسی طرح مختصر کر دیا جس طرح تفسیر کو کیا۔[54]

طبری کا منہج

قرآن مجید سے جب کسی آیت کریمہ کی تفسیر کرنی چاہتے ہیں تو کہتے ہیں ":القول فی تاویل قوله كذا وكذا"۔ پھر آیت کی تفسیر کرتے ہیں۔ اور اسکے مطابق صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اور تابعینؒ عظام سے اسانید کے ساتھ تفسیر بالماثور لاتے ہیں۔ جب کسی آیت میں دو یا زیادہ اقوال ہوں۔ تو اُن کو تشریح کرتے ہیں۔ نیز ہر قول پر بطور استشہاد مرویات صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین و تابعینؒ بیان کرتے ہیں۔ پھر مجرد روایت پر اکتفاء نہیں کرتے۔ بلکہ اقوال کی توجیہہ و ترجیح بیان کرتے ہیں۔ اور آیت سے ممکنہ حد تک احکام کا استنباط کرتے ہیں۔

تفسیر بالرائے کا انکار

امام ابن جریرؒ اصحاب الرائے سے سخت اختلاف کرتے ہیں اور اس بات پر زور دیتے ہیں کہ صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین و تابعینؒ سے منقول علم دوسروں کی طرف منتقل کیا جائے۔ اُن کے نزدیک صحیح تفسیر کی یہی ایک علامت ہے محض لغت سے بھی تفسیر کو ناجائز تصور کرتے ہیں۔

متنوع مسائل

امام ابن جریرؒ روایات مع اسانید پورے اہتمام کے ساتھ لاتے ہیں، اور عموماً اُن کی صحت و سقم کے بارے خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ اس اعتبار سے ان کا وہی نظریہ ہے جو کہ اہل فن کے ہاں مشہور و معروف ہے کہ:

"من اسندلك فقد حملك للبحث عن رجال السند" جس نے سند بیان کر دی اُس نے راویوں کے بارے میں تجھے بحث کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ اس اصول کے پیش نظر اسرائیلی روایات کثرت سے بیان کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بسا اوقات غیر صحیح روایت کو جرح و تعدیل کی بناء پر رد کر دیتے ہیں۔

امام ابن جریرؒ نے اجماع کو خاصی اہمیت اور قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ اسی طرح منقولات کے ساتھ شک و شبہ اور ترجیح اقوال کی صورت میں لغوی استعمالات پر بھی اعتماد کرتے ہیں۔ قدیم شعر کی طرف بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اتباع میں وسیع پیمانے پر رجوع کرتے ہیں۔ نیز کوفیوں اور بصریوں کے صرفی و نحوی اقوال بھی وارد کرتے ہیں کبھی بصری مذہب کو قبول کرتے ہیں۔ اور کبھی کوفیوں کے مذہب کو ترجیح دیتے ہیں۔ فقہی احکام پر علماء و فقہاء کے اقوال کو راجح اقوال کے ساتھ احاطہ تحریر میں لاتے ہیں جبکہ کلامی مسائل میں اہل سنت کے عقائد کو اختیار کیا ہے اور مخالفین کی خوب خبر لی ہے۔ بے فائدہ امور سے اعراض و انصراف کرتے ہیں۔ بخلاف دیگر مفسرین کی روش کہ وہ ہر قسم

54۔ ابن سعد، أبو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الھاشمی(م230ھ)، **الطبقات الکبیر (الطبقات الکبریٰ)**، تحقیق: محمد عبد القادر عطاء، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1410ھ، 1990ء)، ج2، ص147

کار طب ویابس جمع کر دیتے ہیں۔ المختصر یہ ایک جلیل امام کی عظیم قرآنی تفسیر کا مختصر ساخاکہ بطور تعارف عامۃ الناس کے استفادہ کے لئے پیش کیا ہے۔ جس کے ساتھ لگاؤ اور شغف ہر مسلمان اور طالب علم کا دینی تقاضا ہے۔

6۔ تفسیر ابن کثیر

عماد الدین ابوالفدا اسمٰعیل بن عمر بن کثیر 701 ھ[55] میں شام کے شہر بصریٰ کے مضافات میں 'مجدل' نامی بستی میں پیدا ہوئے[56] اور دمشق میں تعلیم و تربیت پائی۔ آپ نے اپنے عہد کے ممتاز علماء سے استفادہ کیا اور تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، تاریخ، علم الرجال اور نحو و لغتِ عربی میں مہارت حاصل کی[57]۔ آپ نے 774ھ میں دمشق میں وفات پائی اور مقبرۂ صوفیہ میں مدفون ہوئے۔[58]

امام ابن کثیر بحیثیتِ مفسر، محدث، مؤرّخ اور نقاد ایک مسلمہ حیثیت کے حامل ہیں۔ آپ نے علومِ شرعیہ میں متعدد بلند پایہ کتب تحریر کیں۔ تفسیر القرآن العظیم اور ضخیم تاریخ البدایۃ والنھایۃ آپ کی معروف تصانیف ہیں جن کی بدولت آپ کو شہرتِ دوام حاصل ہوئی۔ زیر نظر مضمون اول الذکر کتاب کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔

تعارفِ تفسیر

علامہ ابن کثیر نے قرآن کی جو تفسیر لکھی وہ عموماً تفسیر ابن کثیر کے نام سے معروف ہے اور قرآنِ کریم کی تفاسیر ماثورہ میں بہت شہرت رکھتی ہے۔ اس میں مؤلف نے مفسرین سلف کے تفسیری اَقوال کو یکجا کرنے کا اہتمام کیا ہے اور آیات کی تفسیر اَحادیثِ مرفوعہ اور اَقوال و آثار کی روشنی میں کی ہے۔ تفسیر ابن جریر کے بعد اس تفسیر کو سب سے زیادہ معتبر خیال کیا جاتا ہے۔ اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ خدیویہ مصر میں موجود ہے۔ یہ تفسیر دس جلدوں میں تھی۔ 1300ھ میں یہ پہلی مرتبہ نواب صدیق حسن خان کی تفسیر 'فتح البیان' کے حاشیہ پر بولاق، مصر سے شائع ہوئی۔ 1343ھ میں تفسیر بغوی کے ہمراہ نو جلدوں میں مطابع المنار، مصر سے شائع ہوئی۔ پھر 1384ھ میں اس کو تفسیر بغوی سے الگ کر کے

55۔ الداؤدی، **طبقات المفسرین**، 112:1۔ بعض مؤرخین نے ابن کثیر کا سن ولادت 700 ہجری قرار دیا ہے۔ شذرات الذھب لابن العماد، 231:6، ذیل طبقات الحفاظ لجلال الدین السیوطی، صفحہ 361، مطبعۃ التوفیق بدمشق، 1347ھ، عمدۃ التفسیر عن الحافظ ابن کثیر لاحمد محمد شاکر 22:1، دار المعارف القاہرۃ، 1376ھ/1956ء۔ خود امام ابن کثیر اپنی کتاب "البدایہ والنھایۃ" میں 701ھ کے واقعات بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں "وفیھا ولد کاتبہ اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی" (البدایہ والنھایہ، 21:14)

56۔ احمد محمد شاکر، **عمدہ التفسیر**، 22:1، بعض مآخذ کے مطابق ابن کثیر دمشق کے مضافات میں مشرقی بصریٰ کی ایک بستی "مجدل القریۃ" میں پیدا ہوئے۔ ذیل تذکرۃ الحفاظ لابی المحاسن شمس الدین الحسینی، ص 57، مطبعۃ التوفیق، دمشق، 1347ھ، جبکہ رضا کحالہ نے مقام ولادت "جندل" تحریر کیا ہے۔ معجم المؤلفین، 284:3، مطبعۃ الترقی بدمشق، 1376ھ/1957ء

57۔ الذہبی، شمس الدین، **تذکرۃ الحفاظ**، 1508:4، مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد دکن الھند، 1377ھ / 1958ء ابن العماد، شذرات الذھب، 231:6، الشوکانی، محمد بن علی، البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع، مطبعۃ السعادۃ القاھرہ، الطبعۃ الاولیٰ، 1348ھ

58۔ النعیمی، عبد القادر بن محمد، **الدارس فی تاریخ المدارس**، 37/1، مطبعۃ الترقی، دمشق، 70-1367ھ

بڑے سائز کی چار جلدوں میں مطبع المنار، مصر سے شائع کیا گیا۔ بعد ازاں یہ کتاب متعدد بار شائع ہوئی ہے۔ احمد محمد شاکر نے اس کو بحذفِ اسانید شائع کیا ہے۔ محققین نے اس پر تعلیقات اور حاشئے تحریر کئے ہیں جن میں سید رشید رضا کا تحقیقی حاشیہ مشہور ہے۔ علامہ احمد محمد شاکر (م1958ء) نے عمدۃ التفسیر عن الحافظ ابن کثیر کے نام سے اس کی تلخیص کی ہے۔ اس میں آپ نے عمدہ علمی فوائد جمع کئے ہیں، لیکن یہ نامکمل ہے۔ اس کی پانچ جلدیں طبع ہو چکی ہیں اور اختتام سورۃ الانفال کی آٹھویں آیت پر ہوتا ہے۔

محمد علی صابونی نے تفسیر ابن کثیر کو تین جلدوں میں مختصر کیا اور 'مختصر تفسیر ابن کثیر' کے نام سے اسے 1393ھ میں مطبع دار القرآن الکریم، بیروت سے شائع کیا۔ بعد ازاں محمد نسیب رفاعی نے اس کو چار جلدوں میں مختصر کیا اور اسے تیسیر العلي القدیر لاختصار تفسیر ابن کثیر کے نام سے موسوم کیا۔ یہ 1392ھ میں پہلی مرتبہ بیروت سے شائع ہوئی۔

شانِ نزول کا بیان

اگر کسی سورۃ یا آیت کا شانِ نزول ہے تو امام ابن کثیر اپنی تفسیر میں اس کا تذکرہ کرتے ہیں، مثلاً سورۃ بقرہ کی آیت: 109 وَدَّ كَثيرٌ مِن أَهلِ الكِتـٰبِ لَو يَرُدّونَكُم مِن بَعدِ إيمـٰنِكُم كُفّارًا حَسَدًا مِن عِندِ أَنفُسِهِم مِن بَعدِ ما تَبَيَّنَ لَهُمُ الحَقُّ فَاعفوا وَاصفَحوا حَتّىٰ يَأتِيَ اللَّهُ بِأَمرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلىٰ كُلِّ شَيءٍ قَديرٌ کے تحت لکھتے ہیں:

> ابن عباس سے روایت ہے کہ عرب یہودیوں میں حیی بن اخطب اور ابو یاسر بن اخطب دونوں مسلمانوں کے شدید ترین حاسد تھے اور وہ لوگوں کو اسلام سے روکتے تھے۔ جہاں تک ان کا بس چلتا وہ مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرتے۔ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، زہری کہتے ہیں کہ کعب بن اشرف شاعر تھا اور وہ اپنی شاعری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتا تھا۔ اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔[59]

سورۃ اِخلاص کا شانِ نزول اس طرح بیان کیا ہے کہ مسند احمد میں ہے کہ مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اپنے رب کے اوصاف بیان کریں، اس پر یہ آیت اتری، اور حافظ ابو یعلی موصلی کہتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تو یہ سورۃ اُتری۔[60]

7۔ البیان فی مقاصد القرآن

اس کتاب کے مصنف صدیق بن حسن علی قنوجی بخاری رحمہ اللہ ہیں جو قنوج کی طرف منسوب ہیں، جو دوآب کے درمیان ہندوستان کا ایک علاقہ ہے۔ یہ سلطان محمود غزنوی کے ہاتھوں فتح ہوا اور بخاری مشہور شہر کی طرف نسبت ہے۔ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ اسی شہر کے رہنے والے تھے۔ موصوف اگرچہ مفسرین اور محدثین میں سے تو نہیں

59۔ ابن کثیر، عماد الدین اسماعیل بن عمر، **تفسیر القرآن العظیم**، 153:1

60۔ نفس مصدر، 565:4

ہیں، لیکن اپنے آپ کو ان کے دامن سے وابستہ کیے ہوئے ہیں۔ وہ ان کی گل زمین میں سبزۂ بیگانہ کی طرح اگا ہوا ہے۔ موصوف نے اپنے تفصیلی حالاتِ زندگی اپنی کتاب ''الحطہ'' اور ''إتحاف النبلاء'' میں لکھے ہیں۔ موصوف کی ولادت انیس (۱۹) جمادی الاولی ۱۲۴۸ھ علاقہ بانس بریلی میں ہوئی اور وطن مالوف یعنی شہر قنوج میں اپنی مہربان ماں کی آغوش میں نشو ونما پائی۔ وہ پانچ سال کی عمر میں یتیم ہو گیا۔ شعور کی عمر کو پہنچ کر علم و فضل کے حصول کے لیے باہر نکلا۔ علومِ متداولہ اور فنونِ رسمیہ کی تحصیل کے بعد فاتحۂ فراغ پڑھی۔ مشیتِ الٰہی کے ساتھ علوم کتاب و سنت کے محاسن اس کے خیال کے خانے میں بیٹھ گئے اور وہ تمام عقلی فنون سے بیزار ہو گیا۔ سننِ نبویہ کے دسترخوان سے ٹکڑا حاصل کیا اور علمِ حدیث و تفسیر کے خدام کی لڑی میں منسلک ہو کر ان کا حلقہ بگوش بن گیا۔ ہندوستان اور عربستان کے مشائخ علومِ قرآن و حدیث سے سند و اجازتِ روایت حاصل کی۔ آغاز میں فنونِ رسمیہ کی ان بہت سی تالیفات کو طلب کیا، جو معاصرین کی فضیلت کا سرمایہ ہیں، چونکہ ان میں سے اکثر تالیفات اس بندے کی نگاہ میں پایہ اعتبار سے گر گئیں۔ چنانچہ اس نے ان میں سے بعض چیزوں کو ختم کر کے اور بعض کو باقی رکھ کر ان کو درست کیا۔ مذکورہ تالیف کے ساتھ ساتھ بندے نے اپنے لیے اور اپنی اولاد و احباب کے لیے کتب اور رسائل تالیف کیے، جن میں سے چند ایک کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ إفادة الشيوخ بمقدار الناسخ والمنسوخ، ۲۔ إتحاف النبلاء المتقين بإحياء مآثر الفقهاء المحدثين، ۳۔ الانتقاد الرجيح في شرح الاعتقاد الصحيح، ۴۔ الإدراك لتخريج أحاديث رد الإشراك، ۵۔ الاحتواء على مسئلة الاستواء، ۶۔ إكسير في أصول التفسير، ۷۔ بغية الرائد في شرح العقائد، ۸۔ الجنة في الأسوة الحسنة بالسنة، ۹۔ الحطة بذكر الصحاح الستة، ۱۰۔ حصول المأمول من علم الأصول، ۱۱۔ الحرز المكنون من لفظ المعصوم المامون۔ اس کتاب میں چالیس (۴۰) متواتر روایات ذکر کی گئی ہیں، ۱۲۔ رحلة الصديق إلى البيت العتيق۔ یہ کتاب فریضۂ حج کے مناسک پر تالیف کی گئی ہے، ۱۳۔ الروضة الندية في شرح الدرر البهية، ۱۴۔ فتح المغيث بفقه الحديث، یہ ''الدرر البهية'' کا اردو ترجمہ ہے، ۱۵۔ فتح البيان في مقاصد القرآن، یہ علمِ تفسیر پر مشتمل ایک ضخیم کتاب ہے جس کا تعارف ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

فتح البیان فی مقاصد القرآن

یہ مکمل قرآنِ مجید کی تفسیر ہے، جو عربی زبان میں ہے۔ اس تفسیر میں الفاظِ قرآن کی لغوی تشریح، نحوی و صرفی تحقیق، اعجازِ قرآن اور فصاحت و بلاغت کے ہر پہلو کو نمایاں کرتے ہوئے اسماء سور کی تشریح، وجہ تسمیہ اور اسبابِ نزول انتہائی بسط کے ساتھ تحریر ہیں اور صحیح احادیث کو مدِ نظر رکھ کر قرآنی معانی و مطالب کی توضیح کی گئی ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ مؤلف رحمہ اللہ کی نگرانی میں بھوپال سے چار جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ پھر مولف رحمہ اللہ نے اس میں مزید اضافے کیے اور اسے مصر سے دس جلدوں میں مطبعہ منیریہ (بولاق مصر) سے ۱۳۰۰ھ میں طبع کروایا۔[61] بعد ازاں اسے مکتبہ عصریہ (بیروت، لبنان) نے ادارہ احیاء التراث الاسلامی، قطر اور ادارہ شؤون اسلامیہ (وزارتِ اوقاف) قطر کے تعاون سے پندرہ جلدوں میں شائع کیا۔

61۔ جماعتِ اہل حدیث کی تصنیفی خدمات، ص: ۱۰

۸۔علوم القرآن اور اصول تفسیر: مولانا محمد تقی عثمانی

محمد تقی عثمانی: آپ ۵ شوال المکرم ۱۳۶۲ھ بمطابق ۱۹۴۳ء بروز شنبہ دیوبند میں پیدا ہوئے۔ آپ ماہنامہ "البلاغ" کے ۱۹۶۷ء سے مدیر اعلیٰ، دارالعلوم کے استاذِ حدیث اور ۱۹۷۶ء سے نائب مہتمم کے عہدہ پر فائز ہیں۔ متعدد دینی کتابوں کے مؤلف بھی ہیں۔ آپ سپریم کورٹ کے جج بھی رہ چکے ہیں۔ تقسیم ہند کے وقت آپ کی عمر پانچ سال تھی جبکہ آپ نے اپنے والد اور خاندان سمیت پاکستان کو ہجرت کیا۔ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر کی وفات کے بعد ۱۹ ستمبر ۲۰۲۱ء کو وفاق المدارس العربیہ کی مجلسِ شوریٰ نے انہیں متفقہ طور پر صدر منتخب کیا ہے۔

کتاب کا تعارف

۵۱۰ صفحات پر مشتمل مکتبہ دارالعلوم۔ کراچی نمبر ۱۴ سے شائع کردہ زیر تبصرہ کتاب "علوم القرآن اور اصول تفسیر" کے دو حصے ہیں، پہلے حصے میں آٹھ ابواب ہیں، باب اوّل تعارف، دوم تاریخ نزول قرآن، سوم قرآن کے سات حروف، چہارم ناسخ و منسوخ، پنجم تاریخ حفاظت قرآن، ششم حفاظت قرآن سے متعلق شبہات اور ان کا جواب، ہفتم حقانیت قرآن، ہشتم مضامین قرآن۔ حصہ دوم میں کل چار باب ہیں، باب اوّل علم تفسیر اور اس کے مآخذ، دوم تفسیر کے ناقابل اعتبار مآخذ، سوم تفسیر کے چند ضروری اصول، چہارم قرون اولیٰ کے بعض مفسرین۔ دونوں حصوں میں ہر باب کے نیچے متعدد عنوان ہیں جن کے تحت نہایت عالمانہ اور بصیرت افروز مباحث ملتے ہیں۔قرآن حمید اور قرآن پاک کے ماہر علمائے کرام کے سلسلے کے بعض اعتراضات کے جو جوابات دیئے گئے ہیں وہ شافی اور خاصے فاضلانہ ہیں۔ خاص کر تفسیر قرآن کے بعض ناقابل اعتبار مآخذ کی جو تفصیل پیش کی گئی ہے اس کا مطالعہ بھی نہایت بصیرت افروز ہے۔ "تفسیر کے چند ضروری اصول" کے عنوان کے تحت تفہیم قرآن کے لیے بعض بنیادی اصولوں کی نشاندہی بھی کی گئی ہے جو عموماً جمہور کے نقطہ نظر کے مطابق ہیں۔

۸۔علوم القرآن از علامہ شمس الحق افغانی

مولانا شمس الحق افغانی بن غلام حیدر بن سید عالم خان۔ ۱۳۱۸ھ ۱۹۰۰ء کو ترنگزئی ضلع چارسدہ میں پیدا ہوئے۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد پاکستان اور افغانستان کے علماء سے علوم حاصل کئے۔ ۱۳۳۸ھ ۱۹۲۰ء کو دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۱ء کو دورۂ حدیث کی سند حاصل کی۔ کئی مدارس میں تدریس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں بھی تدریس کی۔ ۱۹۳۹ء میں قلات کے وزیر معارف مقرر ہوئے۔ کئی بار پاکستان کے صدور سے تمغۂ امتیاز حاصل کر چکے ہیں۔ یونیورسٹی آف پشاور نے آپ کو پی ایچ ڈی کی اعزازی ڈگری بھی دی۔ آپ ۷ ذی القعدہ ۱۴۰۳ھ ۱۶ اگست ۱۹۸۳ء بروزِ منگل دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ نماز جنازہ ترنگزئی میں مولانا عبد الحق حقانی، بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے پڑھایا۔

کتاب کا تعارف

کتاب علوم القرآن مؤلف کی عمدہ تصنیف ہے جو ضرورۃ القرآن (یعنی نوع انسانی کے لیے وحی الٰہی اور قرآن کی ضرورت پر عقلی و فلسفی دلائل)، صداقۃ القرآن (یعنی قرآن کے منجانب اللہ ہونے اور معجز ہونے کی عقلی دلائل اور مستشرقین یورپ کی تردید)، تنزیل القرآن وتدوینہ (یعنی نزول قرآن و جمع قرآن کی تحقیق)، محفوظیۃ القرآن (یعنی قرآن کی

محفوظیت کے دلائل اور مستشرقین کے شبہات کی تردید)اور مبہمات القرآن (یعنی قرآن کے اہم مقامات کا حل اور ان کے حکم واسرار اور ازالہ شبہات) پر مشتمل ہے۔مولف نے زیر نظر کتاب میں تعبیرات میں اصطلاحی تعبیرات سے کم کام لیاہے اور زیادہ تر جدید مذاق کے مطابق رکھاہے، نیز مطالب قرآن کے تعین میں اسلاف امت سے انحراف نہ ہو اور جو کچھ معارف و حقائق بیان ہوں وہ اپنے اندر مسلک سلف کی تائیدی شان رکھتے ہوں نہ تحریفی۔اس کے علاوہ دور حاضر چونکہ دور عقلیت و فلسفیت کا لہٰذا مقاصد شرعیہ نقلیہ کو عقل اور فلسفہ کے رنگ میں بیان کیا اور مغرب زدہ طبقہ کے لئے سامان ہدایت بن جائے۔

۱۰۔ محاضرات قرآنی از ڈاکٹر محمود احمد غازی

ڈاکٹر محمود احمد غازی ۱۸ ستمبر ۱۹۵۰ء کو پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم کراچی ہی میں حاصل کی۔کراچی کے بڑے تعلیمی ادارے جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں بھی کچھ عرصے زیر تعلیم رہے۔۶۰ کی دہائی کے آخر میں آپ کے والد حافظ محمد احمد صاحب اسلام آباد منتقل ہو گئے تو ڈاکٹر صاحب بھی وہیں چلے گئے۔آپ کی مزید تعلیم اسلام آباد اور پنڈی میں ہی مکمل ہوئی، ۱۹۷۲ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ماسٹر کیا،اور پھر اسی یونیورسٹی سے آپ نے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔

ڈاکٹر صاحب نے پاکستان اور بیرون پاکستان اہم ترین ذمے داریاں ادا کیں، اور ہر ذمے داری میں امتیازی صلاحیتوں کے ساتھ نمایاں رہے۔آپ وفاقی وزیر مذہبی امور۔صدر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی ،اسلام آباد۔نائب صدر، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد۔ڈائریکٹر جنرل شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد۔ڈائریکٹر جنرل دعوۃ اکیڈمی۔بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد۔جج شریعت اپیلٹ بنچ سپریم کورٹ آف پاکستان۔خطیب شاہ فیصل مسجد،اسلام آباد۔رکن اسلامی نظریاتی کونسل وغیرہ اہم ترین مناصب پر فائز رہے۔اس وقت بھی آپ اہم ترین ذمے داریوں پر فائز تھے۔آپ مارچ ۲۰۱۰ء سے وفاقی شرعی عدالت ،اسلام آباد کے جج تھے،اور اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے شریعہ ایڈوائزری بورڈ کے چیرمین کا منصب بھی آپ کے پاس تھا۔ڈاکٹر صاحب نہایت جفاکش، محنتی، کمیٹڈ اور دل درد مند رکھنے والے محقق، عالم، مفکر، داعی اور فقیہ تھے،اسلامی بینکنگ کے آپ پاکستان میں بانیوں میں شمار ہوتے ہیں، تکافل کا ابتدائی خاکہ آپ ہی کا تشکیل کردہ ہے جس پر پاکستان سے پہلے بعض عرب ممالک میں عمل ہوا۔ڈاکٹر محمود احمد غازی کا ۲۶ دسمبر ۲۰۱۰ء کو انتقال ہوا۔

کتاب کا تعارف

زیر تبصرہ کتاب "محاضرات قرآنی" محترم ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب کی تصنیف ہے۔جو در حقیقت ان کے ان دروس اور لیکچرز پر مشتمل ہے جو انہوں نے راولپنڈی اور اسلام آباد میں درس قرآن کے حلقات سے وابستہ مدرسات قرآن کے سامنے پیش کئے۔یہ محاضرات قرآنیات پر دیے گئے بارہ خطبات کا مجموعہ ہے جن کی ترتیب کچھ یوں ہے:

خطبہ اول:تدریس قرآن مجید:ایک منہجی جائزہ

خطبہ دوم: قرآن مجید:ایک عمومی تعارف

خطبہ سوم: تاریخ نزول قرآن مجید

خطبہ چہارم: جمع وتدوین قرآن مجید

خطبہ پنجم: علم تفسیر: ایک تعارف

خطبہ ششم: تاریخ اسلام کے چند عظیم مفسرین

خطبہ ہفتم: مفسرین قرآن کے تفسیری مناہج

خطبہ ہشتم: اعجاز القرآن

خطبہ نہم: علوم القرآن

خطبہ دہم: نظم قرآن اور اسلوب قرآن

خطبہ یازدہم: قرآن مجید کا موضوع اور اس کے اہم مضامین

خطبہ دوازدہم: تدریس قرآن مجید: دور جدید کی ضروریات اور تقاضے

محاضرات قرآنی اس لحاظ سے بڑی خصوصیت کے حامل ہیں کہ اس میں قرآنیات کے حوالے سے تقریباً تمام موضوعات کا احاطہ کرنے اور طویل و دقیق موضوعات کو مختصر اور عام فہم انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور بڑی حد تک ڈاکٹر صاحب کو اس کوشش میں کامیابی بھی حاصل ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں محاضرات قرآنی کا مطالعہ ایک عام قاری کو دوسری بہت سی کتب سے مستغنی کرتا اور ایک محقق کے علمی سفر کے لیے راہ ہموار کرتا ہے، وہاں ڈاکٹر صاحب کے علمی مقام و مرتبہ کو بھی اجاگر کرتا ہے۔ جہاں یہ محاضرات ایک ادیب کے لیے ادب کی چاشنی اور ایک محقق کے لیے تحقیقی راہنمائی لیے ہوئے ہیں، وہیں ایک مدرس کے لیے انداز تدریس کا سامان بھی فراہم کرتے ہیں۔ ان کی سب سے اہم خوبی یہ ہے کہ ایک عام قاری بھی ان کے مطالعہ کے دوران میں کسی قسم کا ثقل اور بوجھ محسوس نہیں کرتا۔

علم اسباب نزول پر اور بھی بہت کتابیں تالیف کی گئیں ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ أسباب النزول: شیخ المحدثین علی بن المدینی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۳۴ھ) کی تالیف ہے۔ علی بن مدینی رحمہ اللہ ہی وہ پہلے شخص ہیں، جنھوں نے اس موضوع پر کتاب تصنیف کی۔

۲۔ أسباب النزول: اس کے سو اجزا ہیں، جو شیخ عبدالرحمن بن محمد فطیس معروف بہ مطرف اندلسی رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۰۲ھ) رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔ ابو نصر سیف الدین احمد بن اسبر تیکنی رحمہ اللہ نے اس کا فارسی میں ترجمہ لکھا ہے۔

۳۔ أسباب النزول: شیخ ابوالحسن علی بن احمد واحدی مفسر رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۶۸ھ) کی تالیف ہے۔ اس موضوع کی مصنفات میں سب سے زیادہ مشہور تصنیف ہے۔ اس کا آغاز یوں ہوتا ہے: "الحمد للہ الکریم الوہاب۔۔۔"

شیخ برہان الدین ابراہیم بن عمر جعبری رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۳۲ھ) رحمہ اللہ نے اس کا اختصار کیا ہے۔ انھوں نے اس میں موجود روایات کی سندوں کو حذف کر دیا اور اس میں کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا۔

۴۔ أسباب النزول: ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن الجوزی البغدادی رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔

۵۔ أسباب النزول: شیخ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی (المتوفی:۷۵۲ھ) رحمہ اللہ کی تالیف ہے، لیکن اس کا مسودہ مبیضے میں منتقل نہیں ہو سکا۔

۶۔ أسباب النزول: شیخ ابو جعفر محمد بن علی بن شعیب المازندرانی رحمہ اللہ (المتوفی:۵۸۸ھ) کی تالیف ہے۔

۷۔ الاستغناء بالقرآن: یہ حافظ زین الدین عبدالرحمن بن احمد معروف بابن رجب حنبلی بغدادی (المتوفی: ۷۹۵ھ) رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔

۸۔ الاستغناء في التفسیر: اس کی ایک سو جلدیں ہیں۔یہ شیخ ابو بکر محمد بن علی بن احمد اِدفوی (المتوفی: ۳۰۸ھ) رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔

۹۔ اسماء القرآن الکریم: شیخ امام حافظ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن ایوب درعی معروف بابن القیم جوزی حنبلیؒ (المتوفی: ۷۵۱ھ) کی تالیف ہے۔

۱۰۔ أسماء من نزل فیہم القرآن: یہ شیخ اسماعیل الضریر رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔

۱۱۔ الأسئلۃ فی البسملۃ: برہان الدین ابراہیم بن محمد القباقبی رحمہ اللہ (المتوفی فی حدود ۸۰۵ھ) کی تالیف ہے۔

۱۲۔ أسئلۃ الإمام: یوسف بن الدمشقی رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۰۵۵ھ) کی تفسیر و حدیث وغیرہ سے متعلق تالیف ہے۔

Bibliography

1. Ibn Saʿd, Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Saʿd ibn Manīʿ al-Hāshimī (d. 230 AH). *al-Ṭabaqāt al-Kubrā*. Taḥqīq: Muḥammad ʿAbd al-Qādir ʿAṭā. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1410 AH/1990 CE, vol. 2, p. 147.
2. Ibn ʿĀshūr, Muḥammad Ṭāhir ibn ʿĀshūr (1879–1973 CE). *al-Taḥrīr wa al-Tanwīr*. Beirut: Dār al-Tūnisiyyah, 2002.
3. Ibn Kathīr, Abū al-Fidāʾ Ismāʿīl ibn ʿUmar ibn Kathīr al-Qurashī al-Dimashqī al-Shāfiʿī (d. 774 AH). *Tafsīr Ibn Kathīr*. Beirut: Dār Ibn Kathīr, 2004.
4. al-Wāḥidī, Abū al-Ḥasan ʿAlī ibn Aḥmad al-Nīshāpūrī al-Shāfiʿī (d. 468 AH). *Asbāb al-Nuzūl*. Karachi: Qadīmī Kitāb Khānah, Ārām Bāgh, n.d.
5. al-Suyūṭī, ʿAbd al-Raḥmān ibn Abī Bakr Jalāl al-Dīn. *Maʿālim al-ʿUlūm al-Islāmiyyah*. Damascus: Dār al-Qalam, 1st ed., 1996.
6. al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*. Riyadh: Dār al-Salām, 2nd ed., 1999.
7. al-Dihlawī, Shāh Walī Allāh. *al-Fawz al-Kabīr fī Uṣūl al-Tafsīr* (Arabic translation). Karachi: Qadīmī Kitāb Khānah, Ārām Bāgh, n.d.
8. al-Dhahabī, Shams al-Dīn. *Tadhkirat al-Ḥuffāẓ*. Hyderabad Deccan: Maṭbaʿah Majlis Dāʾirat al-Maʿārif al-ʿUthmāniyyah, 1377 AH/1958 CE, vol. 4, p. 1508.
9. al-Shaykh, Muḥammad ʿAbd al-ʿAẓīm. *Manāhil al-ʿIrfān fī ʿUlūm al-Qurʾān*. Taḥqīq: Fawwāz Aḥmad Zamrī. Beirut: Dār al-Kitāb al-ʿArabī, 4th ed., 1423 AH/2002 CE.
10. al-Zurqānī, Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn ʿAbd al-Bāqī (1055–1122 AH/1645–1710 CE). *Manāhil al-ʿIrfān*. Beirut: Dār Ṣādir, 1st ed., 2001.
11. al-Zarkashī, Badr al-Dīn. *al-Burhān fī ʿUlūm al-Qurʾān*. Taḥqīq: Muṣṭafā ʿAbd al-Qādir ʿAṭā. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1st ed., 1428 AH/2007 CE.
12. al-Shāṭibī, Abū Isḥāq Ibrāhīm ibn Mūsā. *al-Muwāfaqāt fī Uṣūl al-Sharīʿah*. Cairo: Dār al-Ḥadīth, 1427 AH/2006 CE.

13. Shashmāhī. *ʿUlūm al-Qurʾān*. Aligarh: Khāṣṣī Ashāʿat, Qurʾānī ʿUlūm bīswīn Ṣadī mein Seminar, January–December 2004–2005.
14. Muḥammad ibn ʿAlī. *al-Badr al-Ṭāliʿ bi-Maḥāsin man baʿd al-Qarn al-Sābiʿ*. Cairo: Maṭbaʿah al-Saʿādah, 1st ed., 1348 AH.
15. ʿAbd al-Qādir ibn Shaykh ibn ʿAbd Allāh al-Ḥusaynī al-Ḥaḍramī al-Yamanī al-Hindī (d. 1038 AH). *al-Nūr al-Ṣāfir ʿan Akhbār al-Qarn al-ʿĀshir*. Beirut: Dār Ṣādir, 1st ed., 2001.